منافقت کے حدود اور اقسام

(ایک علمی تجزیہ)

حافظ محمد نعیم ندوی صدیقی ایم اے (علیگ) رفیق دار المصنفین اعظم گڈھ

بعض لوگوں کا یہ خیال درست نہیں ہے کہ نفاق کی صفت اور منافقین کا گروہ عہد رسالت کے ساتھ مخصوص تھا۔ آج بھی اس کا وجود اسی طرح ملتا ہے جس طرح آغازِ اسلام میں نفاق فطرتِ انسانی کی ایک بنیادی کمزوری اور بیماری ہے جو اسی کی طرح پرانی اور عام ہے۔ اس بیماری کے پیدا ہونے کے لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ اسلام و کفر کی دو طاقتیں میدان میں ضرور ہوں اور ان میں کش مکش جاری ہو۔ خالص اسلام کے غلبۂ و اقتدار کی حالت میں بھی ایک گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی وجہ سے اسلام کو ہضم نہیں کر پاتا۔ لیکن اس میں اتنی اخلاقی جرأت بھی نہیں ہوتی کہ وہ اس کا انکار اور اس سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کر سکے۔ یا اس کے مصالح اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ ان سے دست بردار ہو جائے۔ جو اسلام کے انتساب سے اس کو کسی اسلامی سلطنت یا مسلمان سوسائٹی میں حاصل ہیں، اس لئے وہ ساری عمر اس دو عملی اور تذبذب کی حالت میں رہتا ہے۔ اس کی نفسی کیفیات، اس کے اعمال و اخلاق، اس کی اخلاقی کمزوری، اس کی مصلحت شناسی، موقع پرستی، زندگی سے تمتع اور لطف اندوزی کا جذبہ، دنیاوی انہماک، آخرت فراموشی، اہل اقتدار کے سامنے روباہ مزاجی اور کمزوروں اور

غریبوں پر دست درازی "منافقین اولین" کی یاد تازہ کرتی ہے۔

(تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۷۰)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے "الفوز الکبیر" میں بہت صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ نفاق و منافقین کا وجود کسی خاص زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ وہ ہر زمانہ میں موجود اور زندہ رہتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے زمانہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ "اگر خواہی کہ از منافقاں نمونہ بینی رود در مجلس امراء و مصاحبان ایشاں را بہبین کہ مرضی ایشاں را بر مرضی شارع ترجیح می دہند" یعنی اگر تم اس زمانہ میں منافقین کا نمونہ دیکھنا چاہو تو امراء اور ان کے مصاحبوں کی مجالس میں جاکر دیکھو۔ جو ان امراء کی مرضی و خوشنودی کو رضائے الٰہی پر ترجیح دیتے ہیں" (ص ۱۲ طبع محمدی)

محدث ابوبکر فریابی نے "صفة النفاق وذم المنافقين" میں امام حسن بصریؒ کا یہ مشہور قول نقل کیا ہے کہ:

یا سبحان اللہ مالقیت ھذہ	خدا کی شان ہے کہ اس امت پر
الامة من منافق قھرھا و	کیسے کیسے منافق غالب آگئے جو پرلے
استأثر علیھا۔	درجے کے خودغرض ہیں۔

یعنی امت میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو دل سے اسلام اور مسلمانوں کے مخلص نہیں ہیں بلکہ ان کو صرف اپنے اغراض اور منافع سے دلچسپی ہے۔

(بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت ص ۷۰)

قرآن کریم نے اخلاقیات کی اس بدترین خصلت کو بہت وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور اسلام کے حاملین کی سخت ترین الفاظ میں مذمت کی ہے:

يَآ أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ	اے پیغمبر ان لوگوں کی روش تم کو غم میں نہ
يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ	ڈالے جو کفر کی راہ میں سبقت کر رہے ہیں۔

قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ	ان میں بعض لوگ زبان سے تو دعویٰ
قُلُوْبُهُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ	کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے ہیں، حالانکہ
سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ لَمْ	ان کے دلوں نے ایمان قبول نہیں کیا ہے
يَاْتُوْكَ (مائدہ ۶)	۔ ۔ ۔ ۔ یہ لوگ جھوٹ کے رسیا اور

دوسروں کی باتیں ماننے والے ہیں جو خود تمہارے پاس نہیں آتے۔

اس آیت میں منافقین کی دو نمایاں صفتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ وہ لوگ جھوٹ کے رسیا اور جھوٹ کے گاہک ہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو اپنے ذوق شوق سے اور حق وانصاف کے لئے نہیں آتے۔ بلکہ دوسروں کے بھیجے اور سکھائے پڑھائے ہوئے آتے ہیں۔ یعنی یہود کے علماء اور لیڈروں کے فرستادہ بن کر آپ کے پاس آتے ہیں۔ (تدبر ۲/۲۹۴)

سورۂ توبہ کا ساتواں رکوع مکمل منافقین ہی کی پردہ دری میں ہے، اسی میں خدا یہ بھی فرماتا ہے:

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ	اور یہ اللہ کی قسمیں کھا کھا کے اطمینان
وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ	دلاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں۔ حالانکہ وہ
يَّفْرَقُوْنَ ۔ (توبہ ۷)	تم میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ ڈرپوک لوگ ہیں

یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جن لوگوں کے پاس کردار کی حجت نہیں ہوتی وہ خود کو معتبر ثابت کرنے کے لئے اکثر جھوٹی قسموں کا سہارا لیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن نے منافقین کے بارے میں جگہ جگہ یہ واضح کیا ہے کہ یہ اپنے اخلاقی خلاء کو جھوٹی قسموں سے پُر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وہ مسلمانوں کو مطمئن رکھنے کے لئے قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ ہی لوگوں میں سے ہیں۔ ہمارے باب میں کسی کو کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے۔ قرآن نے کہا کہ یہ ہرگز تم

میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ یہ محض ڈر کے سبب سے تمہارے ساتھ وابستہ ہیں۔ کیونکہ کفّار و مشرکین کا حشر یہ دیکھ چکے۔ یہود و نصاریٰ کا انجام بھی ان کے سامنے ہے۔ اب کوئی راہِ فرار باقی نہ رہنے کے باعث مسلمانوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اگر آج انھیں اپنے مفادات کے ساتھ گھس بیٹھنے کی کوئی جگہ مل جائے تو ایک دن بھی مسلمانوں کے ساتھ رہنا پسند نہ کریں۔

اسی طرح قرآن پاک کی بکثرت آیات میں نفاق کی حقیقت وماہیت کی وضاحت اور منافقوں کی سازشوں سے اہلِ ایمان کو چوکنّا رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ منافقت کے محرکات غیر منتہی ہیں۔ لیکن ان سب کی تہ میں صرف ایک ہی روح کارفرما رہتی ہے یعنی قرآن پر عدم یقین اور دنیا پرستی۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ آغازِ اسلام میں منافقین کی جس خاص قسم کا وجود تھا، اب وہ نہیں پائی جاتی۔ لیکن ان کے دوسرے اقسام کے گروہ ہر زمانہ میں موجود رہے ہیں جو ملّتِ اسلامیہ کی تباہی و بربادی کا کام نہایت ہوشیاری اور کامیابی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ ان ہی میں ایک وہ بناوٹی مسلمان بھی ہے جو بظاہر اسلام قبول کرنے کا اعلان محض اس لئے کرے کہ بعد میں مرتد ہوکر دنیا کو اسلام سے متنفّر کرے اور لوگوں سے کہے کہ اگر اسلام دینِ برحق ہوتا تو ہم اسے قبول کرکے چھوڑ کیوں دیتے۔

قرآن ایسے لوگوں کے بارے میں کہتا ہے:

وقالت طائفة من اهل الكتاب	اہلِ کتاب کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں
آمنوا بالذی انزل علی الذین	پر جو چیز نازل کی گئی ہے اس پر صبح کو ایمان
آمنوا وجه النهار واكفروا آخره	لاؤ اور شام کو اس کا انکار کردیا کرو تاکہ وہ
لعلهم یرجعون۔	بھی اس سے برگشتہ ہوں۔

یہاں جس شرارت کا ذکر ہے وہ منافقانہ شرارت کی ایک خاص قسم ہے۔ وہ یہ کہ اپنے حریف کے سامنے اپنے آپ کو اس کا دوست اور ساتھی ظاہر کرکے اندر سے اس کو نقصان

پہونچانے کی کوشش کی جائے۔ یہود نے اپنے منصوبے کے تحت جو مختلف قسم کی چالیں چلیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ ان کے لیڈروں نے اپنے کچھ آدمیوں کو اس بات کے لئے تیار کیا کہ پہلے وہ اپنے ایمان و اسلام کا اظہار و اعلان کر کے مسلمانوں کے اندر شامل ہوں، پھر اسلام کی کچھ خرابیوں کا اظہار کر کے اس سے علیحدگی اختیار کر لیا کریں۔ تاکہ بہت سی جدید العہد مسلمانوں کا اعتماد اسلام پر سے متزلزل ہو جائے۔ اور وہ یہ سوچنے لگیں کہ فی الواقع اسلام میں کوئی خرابی ہے۔ جس کے سبب سے یہ پڑھے لکھے لوگ اسلام کے قریب آکر اس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

اسلام کی اجتماعی طاقت کو توڑنے اور اس کی ہوا اکھاڑنے کے لئے دشمنان الٰہی کا یہ کتنا مؤثر نفسیاتی حربہ تھا۔ آج یہ حربہ ایک دوسری طرح استعمال ہو رہا ہے۔ بعض پیدائشی اور خاندانی مسلمان اسلام کو اعتقاداً اور عملاً چھوڑ کر کسی دوسرے طرز خیال اور مسلکِ اجتماعی پر ایمان لے آتے ہیں۔ مگر اپنے نام نہیں بدلتے اور پھر اس مسلک کی تبلیغ کرتے ہیں تاکہ دوسرے مسلمان بھی ان کے ناموں اور لباسوں سے دھوکہ کھا کر اس "کفر" کو آسانی سے قبول کر لیں۔

اسلامی نظام کی تباہی کے لئے قرن اوّل کے منافقین کبھی ایک اور راستہ اختیار کرتے تھے۔ وہ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کی جمعیت میں گھسے رہتے تھے۔ تاکہ ان کے سیاسی عزائم و تدابیر کی ٹوہ لگاتے رہیں۔ اور اعدائے اسلام کو ان سے باخبر کرتے رہیں۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس شر انگیز گروہ کے دسائس کو عُریاں کیا گیا ہے:-

فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم۔ (مائدہ، ۸)	تم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں نفاق کا روگ ہے، دیکھتے ہو کہ وہ مخالفین اسلام کے درمیان میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔

ان کے سینے ایسے تنور کے مانند تھے جن میں اسلام کی نفرت اور عداوت کی آگ ہر دم جلتی رہتی ہے۔ وہ مسلمانوں کی برتری اور خوش حالی کو دیکھ کر غصہ سے پاگل ہوجاتے ہیں۔ اور انھیں مصائب و آلام میں گھرا دیکھ کر قلبی سکون و مسرّت محسوس کرتے ہیں۔ قرآن نے ان کی اس کینہ جوئی کے مکروہ چہرے سے یوں نقاب اٹھائی ہے:

واذا لقوکم قالوا آمنا۔ واذا خلوا عضوا أنامل من الغیظ .... ان تمسسکم حسنۃ تسؤھم وان تصبکم سیئۃ یفرحوا بھا۔ (آل عمران ، ۱۲)	اور جب وہ لوگ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو مومن ہیں، اور جب آپس میں ملتے ہیں تو تم پر غصّہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں .... اگر تمہیں کوئی کامیابی حاصل ہوتی ہے تو ان کو اس سے رنج پہنچتا ہے۔ اور اگر تم کو کوئی گزند پہنچ جاتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہو۔

علّامہ اقبال نے اپنے زندہ جاوید شاہکار "جاوید نامہ" میں منافقین کے اس گروہ کو جو اسلام کی محارب اور بدخواہ قوتوں سے ساز باز رکھے، یہاں تک اہمیت دی ہے کہ ایسے منافق کو دوزخ کی آگ بھی قبول نہیں کرتی۔ جب وہ مولانا روم کی رہنمائی میں فلکِ زحل میں پہنچتے ہیں تو اسے ایسی ارواحِ خبیثہ کا مسکن پاتے ہیں جنھوں نے ملک اور ملّت سے غداری کی۔ اور منافقت سے کام لیا ہو۔ اس مقام کو اقبال "منزل ارواح بے یوم النشور" قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی تصویر کشی اس طرح کرتے ہیں کہ ایک قلزم خونیں ہے جس کو چاروں طرف سے ایک طوفان محیط ہے۔ اس کی فضا میں سانپ اس طرح محوِ پرواز ہیں جس طرح سمندر میں مگرمچھ۔ موجیں ہیں کہ شیر کی طرح خونخوار۔ جن کے خوف سے مگرمچھ ساحل پر ہی جان دے دیتے ہیں۔ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کے تھپیڑوں سے ساحل بھی پناہ مانگ رہا ہے اور خون کی موجیں آپس میں برسرِ پیکار ہیں۔ ان خونیں موجوں کے بھنور میں ایک کشتی پھنسی ہوئی ہے جس میں دو فرد بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے چہرے زرد ہیں، بدن عریاں اور بال

بکھرے ہوئے ہیں۔

ان دو بدبختوں میں سے ایک میر جعفر ہے، جس نے بنگال میں نواب سراج الدولہ سے غداری کی۔ اور دوسرا میر صادق ہے جس نے دکن میں سلطان ٹیپو سے منافقت برتی۔ علامہ اقبال ان کو "ننگ آدم، ننگ دین، ننگ وطن" قرار دینے کے بعد اس حقیقت کو کہ یہ جعفر و صادق ہر زمانے میں کس طرح عالم وجود میں آتے رہتے ہیں، روحِ ہندوستان کی زبان سے اس طرح ادا کراتے ہیں:

کے شب ہندوستاں آید بروز — مرد جعفر، زندہ روح او ہنوز!
تاز قید یک بدن درمے رہد — آشیاں اندر تنِ دیگر نہد
گاہ او را با کلیسا ساز باز — گاہ پیشِ دیریاں اندر نیاز
دین او، آئینِ او سوداگری است — عنتری اندر لباس حیدری است
تا جہانِ رنگ و بو گردد دگر — رسم او، آئین او گردد دگر
پیش ازیں چیزے دگر مسجودِ او — در زمان ما وطن معبود او
ظاہر او از غم دیں دردمند — باطنش چوں دیریاں زنار بند
جعفر اندر ہر بدن ملت کش است — ایں مسلمانِ کہن ملت کش است
خند خنداں است و با کس یار نیست — مار اگر خنداں شود جز مار نیست
از نفاقش وحدتے قومے دونیم — ملت او از وجود او سقیم
ملتے را ہر کجا غارت گرے است — اصل او از صادقے یا جعفرے است

الاماں از روح جعفر الاماں
الاماں از جعفران ایں زماں

ان اشعار میں اقبال نے روحِ نفاق کی تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ ہر زمانے میں موجود رہتی ہے۔ اگر ایک جعفر مرجاتا ہے تو یہ دوسرے جعفر کو پیدا کر لیتی ہے۔ اور

منافقت کے جو رنگ برنگ لباس یہ تیار کرتی ہے وہ مذہبی نفاق، معاشرتی نفاق، اقتصادی نفاق اور سیاسی نفاق کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسلام کے ساتھ نسبت رکھنے کے باوجود وہ اہل کلیسا کے ساتھ اس لئے سازباز کرتی ہے اور دہریوں کے آگے اپنا سرِ نیاز جھکا دیتی ہے کہ اس کے ذاتی مفاد اس کو مجبور کرتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق جلبِ زر سے ہو یا جاہ طلبی سے، اپنے اس مفاد کے حصول کی خاطر اپنے دین کو فروخت کرنے میں بھی اسے کوئی باک نہیں ہوتا۔

روحِ ہندوستاں کا یہ نالہ و فریاد سُن کر قلزم خونیں جوش میں آجاتا ہے اور اس کشتی کے ساکنین جعفر و صادق میں سے ہر ایک نے اس حقیقت کو اپنی زبان سے بیان کرنا شروع کیا کہ ہم ایسے منافقوں اور غداروں کو دوزخ بھی قبول نہیں کرتی۔ اور موت بھی ہماری جان کو حفاظت اور آسائش میں رکھنا پسند نہیں کرتی۔ چنانچہ دنیا کو چھوڑ کر جب ہم دوزخ کے دروازے پر انتہائی رنج و کرب کی حالت میں پہنچے تو

یک شرر بر صادق و جعفر نزد　　　　بر سرِ ما مشت خاکستر نزد

گفت دوزخ را خس و خاشاک بہ　　　　شعلہ من زیں دو کافر پاک بہ

یعنی دوزخ نے بھی اپنی آگ کو ایسے منافقوں اور غداروں سے ناپاک نہ کرنا چاہا۔ رہی جان جس کی حفاظت و آسائش کا فرض موت کے ذمے ہے اس نے صاف صاف کہدیا۔

ایں چنیں کارے نمی آید ز مرگ　　　　جان غدارے نیا ساید ز مرگ

تاریخ ہند میں ایسے منافقین کی چند مثالیں

سرنگاپٹم کی سرزمین پر ابوالفتح ٹیپو سلطانؒ جیسے رحم دل اور ہر دل عزیز حکمران کو پے در پے جنگوں کے بعد بالآخر انگریزوں کے مقابل جس افسوسناک شکست کا سامنا کرنا پڑا اس میں ملک و ملت کے اسی قسم کے منافقین اور غداروں کا سرگرم ہاتھ تھا۔ اب یہ تاریخی حقیقت واشگاف ہو چکی ہے کہ سلطنتِ خداداد میسور کے سقوط و زوال کا بنیادی سبب ان امراء اور وزراء کی منافقانہ سازش تھی جو سلطان کے جاں نثار اور وفادار شمار ہوتے تھے۔ مثلاً میر صادق، میر معین الدین، بدرالزمان

خاں، میر قاسم خاں، اور میر غلام علی وغیرہ۔

ان میں سے میر صادق کا نام تو تاریخ میں غداری کے لئے ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ میر قاسم کی منافقت کی کچھ تفصیل یہاں درج کی جاتی ہے۔

قاسم علی کی تمام عمر ملازمت سلطانی اور اس کی نمک خواری میں بسر ہوئی۔ وہ قلعہ سرنگاپٹم کی قلعداری پر مامور تھا۔ ایک بار ۱۷۹۸ء میں اس نے سلطان سے اجازت چاہی کہ وطن جاکر اپنے آخری ایام وہیں بسر کرے۔ سلطان نے اس کی درخواست کو شرف قبول عطا کرتے ہوئے اپنے دربارِ عام میں قاسم علی کی وفاداری، نمک حلالی اور جاں نثاری کا شاندار الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے اس کو اپنے دست خاص سے دوزریں شال، ایک دوپٹہ، ایک مرصّع زیور، ایک گھوڑا (خاص اصطبل سلطانی کا) ایک مرصع تلوار اور ایک ڈھال عنایت کی۔ میر قاسم سلطان کے ان الطاف خسروانہ سے شادکام ہوکر آداب بجا لایا اور رخصت ہوا۔

لیکن وہاں سے رخصت ہوکر وطن جانے کے بجائے وہ انگریزوں سے جاکر مل گیا، اور ان کی فوجوں کو ہوسہلی کے محفوظ راستہ سے لاکر قلعہ کے مغربی حصّہ کے عین مقابل کے گنجان باغ میں ٹھہرایا۔ قلعہ کا یہ حصہ بہت کمزور تھا، بقول جنرل میڈوز، انگریز سپہ سالار کو جس نے قلعہ کے اس کمزور پہلو سے مطلع کیا وہ یہی میر قاسم تھا" اس اطلاع کے بعد جب انگریزی فوج قلعہ پر حملہ آور ہوئی تو قاسم علی نے ہی فصیل پر سب سے آگے چڑھ کر فوجی جنرلوں کی رہنمائی کا کام انجام دیا۔ (سلطنت خداداد میسور صہ ۲۹۷)

ہندوستان کے اسلامی عہد کی تاریخ جہاں علماء و فضلا، صوفیہ و مشائخ، ملوک و سلاطین، مجاہدینِ تہور شعار اور غازیانِ دیندار سے بھری پڑی ہے۔ وہیں اس میں منافق صفت لوگوں اور قوم و ملک کے غدّاروں کی بھی کمی نہیں ہے۔ جنھوں نے اپنی قوم کے خلاف دوسری قوموں سے مخبری کرنے میں کوئی حیا محسوس نہیں کی۔ انھوں نے دشمنان

اسلام سے تیشہ لے کر خود اپنے ہاتھوں اپنی اجتماعی و قومی قوت کو پاش پاش کر دیا۔ اور اس کے عوض میں اپنا دامن توسیم وزر سے بھر لیا لیکن ساتھ ہی اپنی قوم کو گداگری پر مجبور کر دیا۔ انھوں نے خود تو جاگیریں اور خطابات حاصل کئے، لیکن اپنی قوم کو تباہ کر دیا، عہدِ مغلیہ کا عبرتناک زوال انہی ملّت فروشوں کا "کارنامہ" ہے۔

۱۸۵۷ء کی تحریک حرّیت کا جسے انگریزوں نے غدر کا نام دیا تھا، سب سے بڑا المیہ یہ تھا کہ جن پتّوں پر تکیہ تھا وہی ہوا دینے لگے۔ یعنی جن لوگوں کو بادشاہ، خاندان شاہی اور انقلابی قائدین کا زیادہ سے زیادہ وفادار ہونا چاہیئے تھا وہی مخبر اور جاسوس بن گئے۔ اور ان کی منافقانہ مخبری سے دشمنوں نے پورا فائدہ اٹھایا، ایسے منافق صفت لوگوں کی طویل فہرست میں مرزا الٰہی بخش اور رجب علی کے نام بہت ممتاز ہیں۔

اول الذکر بہادر شاہ کے سمدھی تھے۔ اور وہ ان پر بہت اعتماد کرتا تھا۔ لیکن دوسری طرف انگریزوں کی جانب سے وہ اس بات پر مامور کئے گئے تھے کہ کسی طرح وہ بادشاہ کو باغیوں کے ساتھ نہ جانے دیں۔ چنانچہ انھوں نے قلعہ کا ذرا ذرا سا حال انگریزوں کو پہنچایا۔ بہادر شاہ کی گرفتاری اور شہزادوں کا قتل ان ہی کے نامۂ اعمال کا ایک سیاہ ورق ہے۔ منشی رجب علی انگریزی کیمپ میں دفترِ مخبری کے انچارج تھے۔ اور ان کا کام مرزا الٰہی بخش اور انگریزوں کے درمیان واسطہ بننا تھا۔ ان کو الٰہی بخش سے جو معلومات فراہم ہوتیں۔ ان سے انگریزوں کو باخبر کرتے تھے۔ وہ برابر الٰہی بخش کو پیغام بھیجتے رہے کہ اگر تم نے بادشاہ کو باغیوں کے ساتھ جانے سے روک دیا تو انگریز تم کو نہال کر دیں گے۔

ان دونوں کی منافقانہ سازش کامیاب ہوگئی، اور نتیجہ میں تحریکِ حرّیت کی ناکامی کے بعد ہندوستان میں وہ خونیں انقلاب آیا جس سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے۔ اس نفاق کے عوض میں ان دونوں کو بکثرت انعامات اور جاگیروں سے

نوازا گیا ۔ ؎ (بہادر شاہ ظفر اور اس کا عہد ص ۱۲۴) ۔

؎ یہ واضح رہے کہ ملک و ملت کے خلاف تیشہ زنی کرنے والے یہ لوگ کسی فرقہ و مذہب کے ساتھ خاص نہ تھے ۔ ان کا مذہب صرف مال وزر، جاگیروں، خلعت و انعامات اور پنشن کا حصول تھا خواہ اس کی خاطر ضمیر و ایمان کی کیسی ہی سودے بازی کیوں نہ کرنی پڑے ۔ چنانچہ ۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک کو جن منافقینِ ملت نے ڈائنامیٹ کیا ان میں جہاں مرزا الٰہی بخش، مولوی رجب علی، حکیم احسن اللہ خاں، سرفراز خاں، محمد حیات خاں، ملک فتح محمد خاں، شیر محمد خاں، مراد خاں گردیزی اور غلام فخرالدین وغیرہ جیسے مسلمانوں کے نام شامل ہیں، وہیں دھارا سنگھ، بشن سنگھ، ایشری پرشاد، جواہر سنگھ، صاحب دیال، سردار نہال سنگھ، لکھن سنگھ، اور منشی جیون لال جیسے غیر مسلموں کے سیاہ کارناموں کا بھی ذکر ملتا ہے ۔ مثلاً نند سنگھ اور کشور سنگھ کے بارے میں تذکرہ رؤسائے پنجاب میں درج ہے کہ "۱۸۵۷ء میں یہ دونوں بھائی انگریزوں کی خدمت گزاری میں پیش پیش رہے، اور انھوں نے مقامی حکام کو نہایت مفید خبریں بہم پہنچا کر بڑے نازک وقت میں مدد دی ۔ اور عوام کے خیالات سے انگریزوں کو باخبر کیا ۔ ان خدمات کے معاوضہ میں کئی مواضع اور پنشن زندگی بھر کے لئے مرحمت ہوئی ۔ (بحوالہ بہادر شاہ ظفر ص ۱۲۷)

ان مسلم و غیر مسلم منافق امراء اور وزراء کے ساتھ اس وقت کے بہت سے والیان ریاست نے بھی اپنی قوم، اپنے ملک اور اپنے بادشاہ سے منافقت برتی ۔ اور اس ضمیر فروشی کے عوض میں گراں بہا صلے پائے، حویلیاں ملیں، ان کے حدود ریاست میں اضافہ ہوا ۔ سونے چاندی کے کھنکتے سکوں سے ان کے دامن بھر گئے ۔ لیکن اس کی بدولت ملک و قوم تباہی و بربادی کے ایسے گہرے غار میں گرے کہ پھر تقریباً ایک صدی تک ہندوستان میں ان کا آفتاب غروب رہا ۔

ذاتی مفادات کی خاطر منافقت | کچھ منافقین اس قسم کے بھی ملتے ہیں جن کے لئے سب سے مقدم چیز اپنے ذاتی مفادات اور دنیوی فائدے ہوتے ہیں۔ انھیں دوسرے الفاظ میں موقع پرست بھی کہا جا سکتا ہے، انھیں حق و باطل کے جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ صرف اپنا شخصی مفاد عزیز ہوتا ہے، اور اس کے حصول کی خاطر وہ مسلمانوں اور کفّار دونوں سے ربط رکھتے ہیں۔ آغازِ اسلام میں ایسے منافقین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ قرآن پاک میں ان کی ظاہری و باطنی خصوصیات کا تفصیلی ذکر ان الفاظ میں مذکور ہے:

ومن النّاس من يقول آمنا	اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دعویٰ کرتے
بالله وباليوم الآخر وماهم بمؤمنين	ہیں کہ ہم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے
يخادعون الله والذين آمنوا	ہیں حالانکہ وہ مومن نہیں ہیں۔ یہ لوگ اللہ کو
وما يخدعون الا انفسهم وما	ایمان لانے والوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں،
يشعرون في قلوبهم مرض فزادهم الله	حالانکہ یہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے
مرضا ولهم عذاب اليم بما كانوا	ہیں۔ جس کا وہ شعور و ادراک نہیں رکھتے۔
يكذبون، واذا قيل لهم لاتفسدوا	ان کے دلوں میں بڑا مرض ہے سو اور بھی

بڑھا دیا اللہ تعالیٰ نے ان کا مرض اور ان کے لئے سزائے دردناک ہے اس وجہ سے کہ وہ بہت جھوٹ بولا کرتے تھے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں

بیان ملکیت و تفصیلات متعلقہ برہان دہلی فارم چہارم قاعدہ ۸

(۱) مقامِ اشاعت :- اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

(۲) وقفۂ اشاعت :- ماہانہ

(۳) طابع کا نام :- حکیم مولوی محمد ظفر احمد خان
قومیت :- ہندوستانی
سکونت :- ۴/۱۳۶ اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

(۴) ناشر کا نام :- حکیم مولوی محمد ظفر احمد خان

(۵) اڈیٹر کا نام :- مولانا سعید احمد اکبرآبادی
قومیت :- ہندوستانی
سکونت :- تغلق آباد مدن گیر نئی دہلی ۶۲
ملکیت :- ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی ۶

میں محمد ظفر احمد خان ذریعہ ہذا اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا تفصیلات میرے علم اور اطلاع و یقین کے مطابق درست ہیں۔ دستخط ناشر :- محمد ظفر احمد

فی الارض قالوا انما نحن مصلحون	فساد نہ پیدا کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم
الا انھم ھم المفسدون	تو صلح کل کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں ۔
ولکن لا یشعرون واذا قیل لھم	یاد رکھو یہی لوگ حقیقی مفسد ہیں۔ لیکن وہ
امنوا کما اٰمن الناس قالوا	لوگ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں۔ اور جب
انؤمن کما اٰمن السفھاء الا	ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس دورنگی کو چھوڑکر)
انھم ھم السفھاء ولکن لا یعلمون	اس طرح ایمان لاؤ جس طرح اور لوگ ایمان
واذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا	لائے ہیں تو کہتے ہیں کیا ہم بھی اسی طرح
واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا	ایمان لائیں جس طرح غیر مآل اندیش اور
انا معکم انما نحن مستھزءون۔	نا مصلحت شناس لوگ ایمان لائے ہیں
بقرہ ع ۲	آگاہ رہو کہ واقعی بے وقوف اور انجام ناشناس

یہی لوگ ہیں، لیکن یہ سمجھتے نہیں ۔ اور جب یہ لوگ اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اٰمنا یعنی ہم بھی مومن ہیں، اور جب اپنے شیطان کی مجلسوں میں پہونچتے ہیں توان سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اور ہم تو مسلمانوں سے یونہی مذاق کرتے ہیں اور انھیں بے وقوف بناتے ہیں ۔

ایسے لوگ اس وقت تو سراپا ایمان بن جاتے جب احکام ہلکے اور بے ضرر ہوتے ۔ لیکن جہاں سخت احکام آتے اور ان کے دنیوی مفاد کو خطرہ لاحق ہوتا تو صاف کترا جاتے۔ ان کا مذکورہ بالا برتاؤ مسلمانوں اور احکام قرآنی ہی کے ساتھ نہ تھا۔ بلکہ خود اعدائے اسلام کے ساتھ ان کے تعلقات کی نوعیت اخلاص پر مبنی نہ تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ صرف اپنے نفس کے دوست تھے۔ اور اس کی خاطر وہ مسلمان وکافر دونوں کو خوش رکھنا چاہتے تھے۔ تاکہ موقع پر ہر ایک سے حق دوستی حاصل کریں۔ قرآن نے بڑے جامع و مانع الفاظ میں ان کا تعارف اس طرح کرایا ہے :

مذبذبین بین ذٰلک لآ الیٰ	کفر وایمان کے بیچ میں پڑے لٹک رہے
ھٰؤلاء ولآ الیٰ ھٰؤلاء	ہیں۔ نہ مسلمانوں کی طرف ہیں نہ کافروں
(نساء، ۲۱)	کی طرف۔

اور اپنی اسی مذبذب پالیسی کو وہ صلح کل قرار دے کر دعویٰ کرتے تھے کہ انما نحن مصلحون (ہم توسراپا اصلاح ہیں) اس دورخی پالیسی کا بنا ہنا ان کی طلاقت لسانی پر موقوف تھا۔ قرآن اس دورنگی کو ترک کرنے کا بار بار مطالبہ کرتا تھا۔ یہ روحِ نفاق آج بھی کسی نہ کسی قالب میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے مجمع میں ببانگ دہل اس کا اعلان کرنیوالے بہت سے لوگ ملیں گے کہ میں سب سے پہلے مسلمان ہوں اور بعد میں کچھ اور۔ لیکن اعدائے اسلام کے سامنے اپنی زبان وحلق کی پوری طاقت کے ساتھ وہی لوگ یہ اظہار کریں گے میں پہلے ہندوستانی ہوں پھر مسلمان۔

اس قسم کے لوگوں کے لئے احادیث میں وعیدِ شدید آئی ہے۔ حضرت عمار رضؓ سے مروی ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
من لہ وجھان فی الدنیا کان	جو شخص دنیا میں دورخا ہوگا، قیامت
لہ یوم القیامۃ لسانان من نار	کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں
(ابوداؤد، باب ذی الوجہین)	ہوں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے مروی ایک دوسری حدیث میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے
تجدون شر الناس یوم القیامۃ	روز سب سے بڑا وہ شخص ہوگا جو دورخا
ذاالوجہین الذی یأتی ھٰؤلاء	ہوگا (یعنی منافق) ایک جماعت کے پاس
بوجہ وھٰؤلاء بوجہ۔	ایک رنگ میں آتا ہے اور دوسری جماعت

(بخاری، باب ماقیل فی ذی الوجہین)　　　کے پاس دوسرے رنگ ہیں۔

مذہبی شعائر کا استہزاء و تمسخر دینی احکام کا مذاق اڑانا اور اسلامی عبادات کا استہزاء کرنا بھی نفاق میں داخل ہے۔ عہدِ رسالت اور زمانہ مابعد میں ایسے منافقین بکثرت موجود تھے جو خود مسلمانوں کے اوضاع واطوار اور ان کے اعمال وکردار پر پھبتیاں کستے تھے۔ مثلاً ایسے ہی ایک گروہ کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

واذا ناديتم الى الصلوٰة اتخذوها هزواً ولعباً۔

اور جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ لوگ اس کو مذاق اور کھیل بنا لیتے ہیں۔　(مائدہ، ۹)

مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جو لوگ شعائر اسلامی کا مذاق اُڑاتے ہیں وہ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ کوئی مسلمان ان سے دوستی رکھے۔ اگر کوئی شخص ان سے دوستی رکھتا ہے۔ اور ایمان کا مدعی بھی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ غیرتِ ایمانی سے خالی ہے۔ اور غیرتِ ایمانی سے خالی شخص اپنے ایمان کی کبھی حفاظت نہ کر سکے گا۔

(تدبر قرآن ۲/۳۲۲)

ایسے ہی منافق صفت لوگوں کے بارے میں سورۂ نساء میں شدید ترین الفاظ میں وعید آئی ہے:

بشّر المنافقين بأن لهم عذاباً اليماً الذين يتخذون الكافرين اولياء من دون المؤمنين۔ ايبتغون عندهم العزة فان العزة لله جميعا

نساء۔ ع ۲۰

منافقوں کو خوش خبری دے دو کہ ان کے لئے ایک دردناک عذاب ہے۔ ان کے لئے جو مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کو دوست بنائے ہوئے ہیں کیا ان کے ہاں عزّت ورسوخ چاہتے ہیں۔ عزّت تو سراسر اللہ ہی کے لئے ہے۔

یعنی اس قسم کے منافقین مسلمانوں کے بالمقابل کفّار کو اپنا دوست اور کارساز بنائے ہوئے ہیں۔ ان کی نگاہوں میں عزّت اور سرخروئی حاصل کرنے کے آرزومند ہیں۔ حالانکہ عزت و دولت سب خدا کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہتا ہے عزّت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کردیتا ہے۔ یہ منافق صفت ان کی مجالس میں حاضری دیتے ہیں۔ جہاں اللہ کی آیات واحکام کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن میں یہ صریح ہدایت نازل ہوچکی ہے کہ جب دیکھو کہ اللہ کی آیات کا تمسخر کیا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ یہاں تک کہ یہ تمسخر کرنیوالے کسی اور بات میں لگ جائیں۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ بھی ان کا ساتھی بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ جل شانہٗ ایسے منافقوں کو ان ہی کافروں کے ساتھ دوزخ میں جمع کرے گا۔

جن مجلسوں میں اللہ کے دین اور اس کی شریعت کا تہتّک ہو۔ ان میں اگر کوئی مسلمان شریک ہو تو یہ اس کی بے حمیتی اور بے غیرتی کی دلیل ہے۔ اگر کوئی شخص ان میں شرکت کو اپنے لئے وجہِ عزّت و شرف سمجھے تو یہ صرف بے حمیتی کی ہی نہیں بلکہ اس کے مسلوب الایمان ہونے کی بھی دلیل ہے۔ اس قسم کے منافقوں کا حشر ان ہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن کے ساتھ خدا کے دین کے استہزا میں یہ شریک رہے ہیں۔ (تدبّر ۱۸۲/۲)

آج بھی نئی روشنی کے حامل اور جدید تعلیم یافتہ گروہ کی آزاد خیالی (FREE THINKING) اور عقلیت (Rationalism) کی ابتدا ہی اذان اور نماز کے تمسخر سے ہوتی ہے۔ اسلامی سیرت و صورت کا استہزا، شیطان، ملائکہ اور دوسری غیر مرئی چیزوں کو وہم پرستی خیال کرنا عہدِ جدید کا وہی نفاق ہے جس پر قرآن میں شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات کے مطالعہ سے یہ بات آئینہ ہوجاتی ہے کہ عہدِ رسالت میں منافقین کا جو خاص قسم کا طبقہ اسلام کے خلاف سرگرم سازش تھا گو جسمانی طور پر اس کا خاتمہ ہوگیا لیکن

اس کی روح عملاً بہت سی دوسری شکلوں میں فی زمانہ بھی موجود اور مصروفِ عمل ہے۔

نفاق کی چند اہم علامتیں | علامات نفاق کی کوئی حدو انتہا نہیں ہے۔ بعض اہل علم نے قرآن کی روشنی میں تجزیہ کرکے اس کی ۶۷ علامتوں کی نشاندہی کی ہے۔ (پیغام حق لاہور نفاق نمبر) اس میں درج ذیل خصوصیات کا حامل طبقہ آج بھی روح نفاق کے وجود کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

۱۔ خود غرضی اور موقع پرستی۔ قرآن نے اس گروہ کی بڑے واضح الفاظ میں پردہ دری کی ہے:

ان اللہ جامع المنافقین	اللہ تعالٰے منافقوں اور کافروں سب کو
والکافرین فی جہنم جمیعاً الذین	جہنم میں جمع کرنیوالا ہے۔ ان کو جو تمہارے
یتربصون بکم فان کان لکم فتح	لئے گردشوں کے منتظر ہیں اگر تم کو اللہ کی طرف
من اللہ قالوا الم نکن معکم وان	سے کوئی فتح حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کیا
کان للکافرین نصیب قالوا الم	ہم تمہارے ساتھ نہ تھے اور اگر کافروں
نستحوذ علیکم ونمنعکم من المؤمنین	کو کوئی جیت ہوجائے تو کہتے ہیں کیا ہم
(نساء ، ۲۰)	تم پر چھائے نہیں رہے اور ہم نے مسلمانوں
	سے تم کو بچایا نہیں۔

آیت بالا میں منافقین کی دوطرفہ سازباز کی وضاحت کردی گئی کہ ایسے لوگ اسلام اور مسلمانوں کے نہایت بدخواہ ہیں۔ ان کو جس طرف اپنا مفاد وابستہ نظر آتا ہے۔ اس سے مل کر اپنی بہی خواہی اور اعانت کا یقین دلا رہے ہیں۔ لیکن ایک دن خدا کے حضور میں یہ سخن سازیاں کام نہ آئیں گی۔ اور سارے حالات بے نقاب ہوجائیں گے۔

۲۔ مصالح اسلامی کے خلاف سازشیں کرنا۔ قرآن میں صراحت ہے کہ:

ویقولون طاعۃ فاذا برزوا من	اور وہ یہ کہتے ہیں کہ سرتسلیم خم ہے پھر جب

عندك بيت طائفة منهم غير الذى تقول والله يكتب مايبيتون فأعرض عنهم وتوكل على الله وكفى بالله وكيلا (نساء ، ۱۱)	تمہارے پاس سے ہٹتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ بالکل اپنے قول کے برخلاف مشورے کرتا ہے اور اللہ لکھ رہا ہے جو سرگوشیاں وہ کر رہے ہیں ۔ تو ان سے اعراض کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو ۔ اور اللہ بھروسے کے لئے کافی ہے ۔

۳ ۔ اہل حق اور اہل باطل دونوں سے فریب کارانہ راہ و رسم رکھنا تاکہ ہر ایک کی مخالفت سے امن حاصل رہے ۔ اس خصلت کے حامل لوگوں کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے :

ستجدون اٰخرين يريدون أن يأمنوكم ويأمنوا قومهم ۔	اور دوسرے کچھ ایسے لوگوں کو بھی تم پاؤگے ۔ جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی محفوظ رہیں ۔

یہ ان جھوٹے غیر جانب داروں کی طرف اشارہ ہے جو اسلام کا دعویٰ کرکے مسلمانوں کے خطرے سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں ۔ اور اپنی قوم کے اندر شامل رہ کر اس سے بھی مامون رہنا چاہتے ہیں ۔ دراصل ان کی یہ غیر جانب داری محض نمائشی تھی ۔ ایسے لوگوں کو بھی قرآن نے کھلا ہوا دشمن قرار دیا ہے ۔ اور فرمایا گیا ہے :

اگر یہ تمہاری مخالفت نہ چھوڑیں ، تمہارے ساتھ صلح جویانہ رویہ اختیار نہ کریں اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو تم جہاں کہیں پاؤ ان کو گرفتار اور قتل کرو ۔

۴ ۔ اخلاق اور تقویٰ کے بجائے نسلی اور قومی امتیازات کو وجہ عزت و ذلت

سمجھنا، اور انھیں امتیازات کا سوال اٹھا کر امّت میں نسلی گروہ بندی پیدا کرنا۔

یقولون لئن رجعنا الی المدینة	کہتے ہیں جب ہم مدینہ لوٹ کر جائیں گے
لیخرجن الأعز منها الأذل۔	تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا
(منافقون ۲)	

۵۔ شیرازۂ ملّت کو مذہبی فرقہ بندیوں کے ذریعہ درہم برہم کرنا۔ ارشاد باری ہے:

والذین اتخذوا مسجداً ضراراً وکفراً وتفریقا بین المومنین وارصاداً لمن حارب الله ورسولہٗ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنیٰ والله یشھد انھم لکٰذبون۔	اور جنھوں نے ایک مسجد بنائی ہے اسلام کو نقصان پہونچانے، کفر کو تقویت دینے، اہل ایمان کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور ان لوگوں کے واسطے ایک اڈا فراہم کرنے کی غرض سے۔ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے پہلے جنگ کر چکے ہیں، اور یہ لوگ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے یہ کام صرف بھلائی کی غرض سے کیا ہے اور اللہ شاہد ہے کہ یہ لوگ قطعی جھوٹے ہیں۔
(توبہ ، ۱۲)	

۶۔ اعدائے اسلام سے درپردہ خوشامدانہ ربط ضبط رکھنا۔ صرف اس خوف سے کہ کہیں وہ کوئی گزند نہ پہونچادیں گے:

فتری الذین فی قلوبھم مرض یسارعون فیھم یقولون نخشی أن تصیبنا دائرة۔	تم ان لوگوں کو جن کے دلوں میں روگ ہے دیکھتے ہو کہ وہ ان کی طرف پینگیں بڑھا رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔
(مائدہ ، ۸)	

یعنی ان منافقین کے دل میں یہ ڈر سمایا ہوا ہے کہ اس وقت مسلمانوں اور ان کے

مخالفین ہیں جو کش مکش برپا ہے، معلوم نہیں اس کا انجام کیا ہو، ممکن ہے فتح مخالفین ہی کی ہو۔ ایسی صورت میں اگر ہم مسلمانوں ہی کے ہو کر رہ گئے تو سخت مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ دونوں سے راہ و رسم باقی رکھنے کی کوشش کی جائے۔

(تدبر ۲/۳۱٦)

ایمان کی قوت اور صبر و توکل علی اللہ کی کیفیت کا قدر شناس نہ ہونا، کفر و ایمان کو اثر و نفوذ اور ثبات کے لحاظ سے یکساں سمجھنا۔ اس حقیقت سے ناآشنا ہونا کہ حق پرست کی حمایت سے اگر ساری دنیا کے انسان منہ موڑ لیں، تب بھی اس کے لئے غم و اضطراب کا کوئی موقع نہیں کہ "دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تراست" نفاق اسی ذوقِ یقین سے محرومی کا نام ہے۔

عصرِ حاضر میں نفاق کی جن علامتوں کا عموم و شیوع ہے ان میں مذکورہ بالا علامات کے علاوہ دشمنانِ اسلام سے دوستی، محبت یا معاونت کا تعلق رکھنا، اسلام کی محارب و بدخواہ قوموں کو مسلمانوں کے مقابل امداد دینا۔ کفار کے یہاں عزت کا طالب ہونا، اور بزدل ہونا وغیرہ سب شامل ہیں۔ سطورِ بالا میں نفاق و منافقین کے بارے میں قرآن کی روشنی میں جو کچھ عرض کیا گیا۔ وہ عصرِ حاضر کے انسان کو آئینہ دکھانے کے لئے بہت کافی ہے۔

فاعتبروا یا اولی ابصار

"قرآن اور تصوف" مؤلفہ جناب ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب مرحوم

تصوف اور اس کی تعلیم کا اصل مقصد عبدیت اور الوہیت کے مقامات کا تعلق اور ان کے ربط و تعلق کا حصول ہے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ مختلف قسم کی ذلتوں کا سرچشمہ بن کر رہ گیا ہے مؤلف نے کتاب و سنت کی روشنی میں تمام الجھنوں اور نزاکتوں کو نہایت دلنشیں اور عالمانہ پیرایہ میں واضح کیا ہے۔ صفحات ۱۸۰، تقطیع متوسط، طبع آفسٹ، قیمت 5/- مجلد 8/- پتہ ندوۃ المصنفین اردو بازار دہلی۔